An International Journal of ISLAMIC AND SOCIAL SCIENCES

ISLAMICUS

PAKISTAN ISLAMICUS

(An International Journal of Islamic and Social Sciences)

January-March, 2025, Volume:05, Issue:01 Pages:01-08

Journal Website: https://pakistanislamicus.com/index.php/home
Publisher Website: https://www.mircpk.net

مسلم دانشور تحقیقی مرکز ملتان پاکستان
MUSLIM INTELLECTUALS Research Center Multan-Pakistan

سوسائیٹیز رجسٹریشن (ترمیمی) آرڈیننس ۲۰۲۴ء (پاکستان مدارس رجسٹریشن بل ۲۰۲۴ء) کا تحقیقی جائزہ

RESEARCH REVIEW OF THE SOCIETIES REGISTRATION (AMENDMENT) ORDINANCE, 2024: PAKISTAN MADARIS REGISTRATION BILL 2024

*Muhammad Waseem Khan[1]

[1] MPhil Scholar, Institute of Islamic Studies and Shariah, MY University, Islamabad, Pakistan.

HEC "Y" Category
HJRS HEC Journal Recognition System

ARTICLE INFO

Article History:

Received:	December 14, 2024
Revised:	January 06, 2025
Accepted:	January 08, 2025
Available Online:	January 10, 2025

Keywords:

Societies Registration Act 1860
Deeni Madrasa
Ordinance 2024
Religious Schools
Madaris Registration Bill 2024

Funding:

This research journal (PIIJISS) doesn't receive any specific grant from any funding agency in the public, commercial, or not-for-profit sectors.

Copyrights:

Copyright Muslim Intellectuals Research Center. All Rights Reserved © 2021. This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

ABSTRACT

The Societies Registration (Amendment) Ordinance, 2024 (Pakistan Madaris Registration Bill 2024), introduces a comprehensive regulatory framework for Deeni Madaris (religious schools) in Pakistan. This amendment to the Societies Registration Act, 1860, mandates the registration of all Madaris, both existing and new, within specified timeframes. Key provisions include compulsory annual reporting of educational activities and mandatory auditing of accounts, promoting transparency and accountability. The ordinance explicitly prohibits the teaching or publication of extremist content, while permitting comparative religious studies and traditional Islamic subjects. It also encourages, though does not mandate, the phased integration of contemporary subjects into the curriculum. Defining "Deeni Madrasa" as an institution primarily focused on religious education with boarding and lodging facilities, the ordinance aims to bring these institutions under greater oversight. This initiative seeks to prevent the propagation of extremism and sectarianism, standardize educational practices, and enhance public trust in Madaris, ultimately creating a unified regulatory structure for these vital educational institutions. Successful implementation requires effective enforcement and collaboration with stakeholders for compliance while respecting the autonomy of Madaris.

***Corresponding Author's Email:** muhammadwaseemkhan2008@gmail.com

موضوع کا تعارف

مدارس کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ اسلام کی، دینی مدارس عہد نبوی سے لے کر آج تک اپنے ایک مخصوص انداز سے آزاد چلے آرہے ہیں۔ حضورؐ کے دور میں پہلا دینی مدرسہ وہ مخصوص چبوترہ جس کو "صُفّہ" کہاجاتا ہے اور اس میں حضورؐ سے تعلیم کتاب تعلیم حکمت اور تزکیہ نفس حاصل کرنے والے حضرت ابوہریرہؓ، حضرت انسؓ سمیت 70 کے قریب صحابہ کرامؓ "اصحابِ صُفّہ" اور سب سے پہلے دینی طالب علم کہلاتے ہیں۔[1] پاکستان میں مدارس کی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ملک میں ۱۸ ہزار سے زائد دینی مدارس موجود ہیں[2]۔ عوام تو عوام خواص کو بھی ان کے کوائف وحالات کا کماحقہ علم نہیں۔ تعمیر ملت میں ان کا مقام کیا ہے اس سے باخبر ہونا تو بڑی بات ہے۔ ملک کی اکثریت کو ان کے محل وقوع کا پتہ نہیں چلتا[3]۔ جس کی وجہ سے مدارس اپنی مدد آپ کے تحت اپنے سرگرمیاں میں مصروف عمل ہے۔

حکومت مختلف ادوار میں مختلف طریقوں سے مدارس کے معاملات میں اپنا اثرورسوخ دکھاتی رہی مگر کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ پاکستان میں مدارس کے لیے کوئی مثبت لائحہ عمل موجود

نہیں۔ حکومت وقت کی طرف سے ان مدارس کے لیے کوئی خاطر خواہ سرپرستی کا انتظام موجود نہیں۔ اس سے حکومت کی مشکلات میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا، کیوں کی پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اور اسے اپنے معمالات کے لیے مغربی ممالک کا سہارا چاہیے۔ پاکستان کا اسلامی کلچر اور تعلیم مغرب کو ایک انکھ بھی نہیں بہاتی ہے، جس کا نقصان مدارس پر حکومتی پابندیوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ زیر نظر مقالے میں ہم مزکورہ بالا موضوع کا مطالعہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

مقالے کا منہج

اس مقالے میں تحقیق کا منہج تحقیقی و تجزیاتی ہو گا۔ اس مقالہ میں اخبارات اور میگزینز میں شائع ہونے والے مضامین کو مد نظر رکھا جائے گا۔ تاہم اس موضوع کے ضمنی پہلوؤں پر مختلف مکاتب فکر کی اپنی ذاتی اراء[4] اور ٹی وی پروگرام[5] شامل کی جائیں گی۔ انٹرنیٹ پر موجود معلومات کو مد نظر رکھا جائے گا۔ عصر حاضر کے ماہرین کی رائے کو پرکھا جائے گا اور اہم نکات کو پیش کرنے کی کوشش کرے گا۔

مقالہ ہذا دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصے میں اختصار کے ساتھ سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ ۱۸۶۰ء اور اس میں موجود شقوں کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں دینی مدارس کے متعلق حکومتی اقدامات اور عصر حاضر میں اس کے معرکات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

موضوع کی ضرورت و اہمیت

اس موضوع کی ضرورت و اہمیت موجودہ دور کے تناظر میں انتہائی اہم ہے۔ اس سے پہلے اس موضوع پر ایسی کوئی تحقیق نظر سے نہیں گزری اور یہ ضروری سمجھا گیا کہ اس موضوع کے متعلق ایک مقالہ تیار کیا جائے جس میں یہ بات واضع ہو کہ سوسائٹیز رجسٹریشن (ترمیمی) آرڈیننس ۲۰۲۴ء کی اہمیت، ضرورت اور عصر حاضر میں مدارس کے معاملات کی جانچ کی جائے۔ اس سلسلے میں اس موضوع کو نہایت اسلوبی سے طے کیا گیا تا کہ قارائین پر اس کی اہمیت اجاگر ہو۔ یہ آرڈیننس دینی مدارس کی رجسٹریشن اور ان کی سرگرمیوں پر حکومت کی نگرانی سے متعلق ہے۔ اس آرڈیننس کا بنیادی مقصد ملک میں دینی مدارس کو ایک نظام کے تحت لانے اور ان کی شفافیت کو یقینی بنانا ہے۔ اس کے ذریعے حکومت مدارس میں ہونے والی تعلیم کے معیار کو بہتر بنانا چاہتی ہے۔

موضوع کی وجہ انتخاب

اس موضوع کے مطالعے سے ہم مدارس کی اہمیت اور معاشرتی زندگی پر اس کے اثرات اور کردار سے واقف ہونے کے ساتھ ساتھ حکومتی حکمت عملی کا تجزیہ کریں گے اور عصر حاضر میں مدارس میں کے معاملات میں پیش آنے والی مشکلات اور معاملات کو مد نظر رکھا جائے گا۔ حکومت وقت کو مدارس کے معاملات میں لائے عمل طے کرنے کے معاملات اور پریشانی کا مطالعہ کیا جائے گا۔ اس سے پہلے اس موضوع پر ایسی کوئی تحقیق نظر سے نہیں گزری اور یہ ضروری سمجھا گیا کہ اس موضوع کے متعلق ایک مقالہ تیار کیا جائے جس میں یہ بات واضع ہو کہ سوسائٹیز رجسٹریشن (ترمیمی) آرڈیننس ۲۰۲۴ء[6] کی اہمیت، ضرورت اور عصر حاضر میں مدارس کے معاملات کی جانچ کی جائے۔ اس سلسلے میں اس موضوع کو نہایت اسلوبی سے طے کیا گیا تا کہ قارائین پر اس کی اہمیت اجاگر ہو۔

سابقہ کام کا جائزہ

سابقہ تحقیقی کاموں کا جائزہ کرتے ہوئے یہ دیکھا گیا ہے کہ مجوزہ موضوع پر ابھی تک ایسا کوئی تحقیقی کام محقق کی نظروں سے نہیں گزرا جس میں مقالہ نگار کے مذکورہ سوالات و اہداف کو پیش نظر رکھ کر تحقیقی کام کیا گیا ہو۔ اس موضوع کے ضمنی پہلوؤں پر مختلف مکاتب فکر کی اپنی ذاتی اراء[7] اور ٹی وی پروگرام[8] موجود ہیں۔ تاہم اس موضوع پر کوئی خاص تحقیقی کام اب تک نہیں کیا گیا۔

1. مفتی منیب الرحمٰن، مدارس کی رجسٹریشن: حقیقت... (اوّل)، زاویہ نظر، دنیا نیوز، ۲۴_۰۸_۲۰۲۴
2. مفتی منیب الرحمٰن، مدارس کی رجسٹریشن: حقیقت...(دوم)، زاویہ نظر، دنیا نیوز، ۲۲_۰۸_۲۰۲۴
3. ڈاکٹر اکرام الحق یاسین، تحقیق بعنوان نظام مدارس: روایت اور معاصرت کا اطلاقی جائزہ ۲۰۲۱ء اس میں ہمارے مدارس کا نظام پر گفتگو کی مگر اس میں مختلف پہلوؤں کو نظر انداز کیا گیا جو اس مقالہ کا حصہ ہیں۔
4. مولانا مجیب الرحمن انقلابی، دینی مدارس کی ضرورت و اہمیت، نوائے وقت، ۲۱ دسمبر، ۲۰۱۸ء، اس میں مدارس کے ضرورت و اہمیت کے بارے میں بتایا گیا مگر اس میں مدارس کو درپیش موجودہ پابندیوں اور حکومتی دباو کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔
5. تنظیم اساتذہ پاکستان، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد، نیشنل ایسوسی ایشین فار ایجوکیشن (نافع) پاکستان اور حرا نیشنل ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تعاون سے "یکساں قومی نصاب: اہمیت، تقاضے اور خدشات" کے عنوان سے ایک قومی مشاورتی سیمینار ۲۰۲۱ء منعقد کیا۔ اس سیمینار میں "یکساں قومی نصاب اور ہمارے مدارس کا نظام" پر گفتگو کی گئی۔ مگر اس میں مختلف پہلوؤں کو نظر انداز کیا گیا جو اس مقالہ کا حصہ ہیں۔
6. نصیر الدین، پاکستانی دینی مدارس و عصری تعلیمی اداروں کا سماجی تشکیل میں کردار:

فقہ السیرۃ کے تناظر میں، العلم جرنل، Vol-3, issue 1, Year 2019، اس میں مدارس کے تعلیمی سرگرمیوں اور سماجی تشکیل کو دیکھا گیا ہے۔

7. عبدالقادر بزدار، دینی مدارس پر انتہا پسندی اور دہشت گردی کے الزامات: ایک تجزیاتی مطالعہ، Vol-30, Issue 1, 2015, یہ مقالہ دینی مدارس پر انتہا پسندی اور دہشت گردی کے الزامات کو بیان کرتا ہے۔

8. نسرین طاہر ملک، محمد طاہر ملک، دینی مدارس اور مفکرین کی آراء، Vol-31, Issue2, 2015, میں دینی مدارس کے متعلق مفکرین کی آراء کو دیکھا گیا ہے۔

اہداف تحقیق

اس مقالے میں تحقیق کا منہج تحقیقی و تجزیاتی ہو گا۔ اس مقالے میں راقم نے مندرجہ ذیل اہداف متعین کئے ہیں:

1. سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ ۱۸۶۰ء کا مطالعہ کیا جائے گا۔
2. اشاعت دین کے لیے مدارس کی ضرورت واہمیت کو واضح کر دیا جائے گا۔
3. سوسائٹیز رجسٹریشن (ترمیمی) آرڈیننس ۲۰۲۴ء (پاکستان مدارس رجسٹریشن بل ۲۰۲۴ء) کا تحقیقی جائزہ کیا جائے گا۔
4. عصر حاضر میں اس کے معرکات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ ۱۸۶۰ء کا مطالعہ

سوسائٹی رجسٹریشن ایکٹ 1860ء برصغیر میں برطانوی راج کے دوران بنایا گیا ایک قانون ہے، جس کا مقصد تعلیمی، سائنسی، خیراتی، عوامی فلاح و بہبود، فنون لطیفہ، ادب، مذہبی اور دیگر غیر منافع بخش تنظیموں کو قانونی حیثیت دینا تھا۔ یہ ایکٹ آج بھی پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش سمیت کئی ممالک میں نافذ ہے، جہاں اس کے تحت غیر منافع بخش ادارے رجسٹر کیے جاتے ہیں۔ اس ایکٹ کا مقصد غیر منافع بخش تنظیموں کو قانونی حیثیت دینا، فلاحی، تعلیمی، سائنسی اور مذہبی اداروں کی رجسٹریشن اور نظم و نسق میں بہتری لانا ہے۔ سوسائٹی کی رجسٹریشن کے لیے کم از کم سات افراد مل کر ایک سوسائٹی بناسکتے ہیں۔ درخواست متعلقہ رجسٹرار آف سوسائٹیز کو دی جاتی ہے۔ جس میں تنظیم کا نام، اس کے مقاصد، جس قوانین اور ضوابط کے تحت وہ چلائی جائے گی اس کا ذکر لازمی ہوتا ہے۔ اس ایکٹ میں سوسائٹی کے کچھ فرائض اور اختیارات بھی شامل کیئے گئے ہیں، اپنے منشور اور قواعد و ضوابط کے مطابق کام کرنا، مالیاتی امور کی شفافیت برقرار رکھنا، کسی بھی غیر قانونی سرگرمی میں ملوث نہ ہونا۔ اگر سوسائٹی کے اراکین تحلیل کا فیصلہ کریں تو اثاثے اسی طرز کے کسی دوسرے ادارے کو منتقل کیے جاتے ہیں۔ حکومت یا متعلقہ اتھارٹی بھی خلافِ قانون سرگرمیوں پر رجسٹریشن منسوخ کر سکتی ہے۔ یہ ایکٹ غیر منافع بخش تنظیموں کو قانونی تحفظ فراہم کرتا ہے اور انہیں باضابطہ کام کرنے کا موقع دیتا ہے۔ اس کے تحت رجسٹرڈ تنظیموں کو مختلف قانونی فوائد حاصل ہوتے ہیں، جیسے کہ ٹیکس میں چھوٹ اور سرکاری معاونت، جو فلاحی اور ترقیاتی کاموں میں مددگار ثابت ہوتے ہیں[9]۔

مدارس کی ضرورت واہمیت

دینی مدرسہ

سوسائٹی رجسٹریشن ترمیمی آرڈیننس ۲۰۲۴ء کے تحت مدرسہ سے مراد وہ تمام مذہبی ادارے، جامعات، دارالعلوم یا ایسے ادارے شامل ہیں، چاہے انہیں کسی بھی نام سے پکارا جائے۔

ضرورت واہمیت

عہد نبوی ﷺ میں پورے جزیرۃ العرب میں اسلام پھیل چکا تھا، خاص طور سے عرب کے تمام قبائل اسلام میں داخل ہو کر قرآن اور شرائع اسلام کی تعلیم میں مشغول ہو گئے تھے اور ہر قبیلہ میں پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔ مکہ مکرمہ میں حالات کی ناسازگاری کے باوجود کسی نہ کسی طرح قرآن کی تعلیم جاری تھی، اس پورے دور میں کوئی باقاعدہ درسگاہ نہیں تھی، رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کو تعلیم دیتے تھے۔ موسم حج اور دیگر مواقع پر لوگوں کو قرآن سناتے تھے۔ اس دور میں دارِ ارقم، بیت فاطمہ بنت خطابؓ، شعب ابی طالب وغیرہ کو کسی حد تک درسگاہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس کے باوجود مکی دور میں متعدد قراء معلمین پیدا ہوئے جنہوں نے دوسروں کو قرآن اور تفقہ فی الدین کی تعلیم دی۔ حضرت خباب بن ارتؓ مکہ میں بیت فاطمہ بنت خطابؓ میں قرآن کی تعلیم دیتے تھے[10]۔

پاکستان جب معرضِ وجود میں آیا، اس سرزمین میں ہندوؤں، پارسیوں اور عیسائیوں وغیرہ کے قائم کردہ عصری تعلیمی مدارس پہلے سے موجود تھے۔ مسلمانوں کے قائم کردہ چند دینی مدارس اور عصری تعلیمی ادارے بھی تھے مہاجرین نے اور یہاں کے مقامی لوگوں نے تیزی کے ساتھ دینی مدارس اور عصری تعلیمی ادارے قائم کرنے شروع کئے۔ ان کے قیام کے لئے مخیر جاگیرداروں، زمینداروں اور صنعتکار و تجار نے اپنی زمینیں حکومتِ پاکستان کو عطیہ و ہدیہ کے طور پر پیش کیں اور ان کی تعمیر و ترقی میں بھرپور حصہ لیا[11]۔

دینی مدارس کا اپنا ایک مخصوص نصاب ہوتا ہے جو انتہائی پاکیزہ اور نورانی ماحول میں پڑھا یا جاتا ہے جس میں مستند عالم دین کا مقام حاصل کرنے کے لئے عربی و فارسی، صرف و

نحو، قرآن و حدیث، تفسیر، فقہ و اصول فقہ، معانی و ادب، منطق و فلسفہ جیسے ضروری علوم کا ایک مکمل نصاب پڑھنے کے بعد وہ عالم دین کے منصب پر فائز ہوتا ہے۔ دینی مدارس جہاں اسلام کے قلعے، ہدایت کے سرچشمے، دین کی پناہ گاہیں، اور اشاعت دین کا بہت بڑا ذریعہ ہیں وہاں یہ دنیا کی سب سے بڑی حقیقی طور پر "این جی اوز" بھی ہیں۔ جو لاکھوں طلبہ وطالبات کو بلا معاوضہ تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو رہائش و خوراک اور مفت طبی سہولت بھی فراہم کرتے ہیں۔ ان دینی مدارس نے ہر دور میں تمام تر مصائب و مشکلات، پابندیوں اور مخالفتوں کے باوجود کسی نہ کسی صورت اور شکل میں اپنا وجود اور مقام برقرار رکھتے ہوئے اسلام کے تحفظ اور اس کی بقاء میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ انگریز نے برصغیر میں اپنے تسلّط اور قبضہ کیلئے دینی اقدار اور شعائر اسلام مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن اس کے راستہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی دینی مدارس اور اس میں پڑھنے پڑھانے والے "خرقہ پوش اور بوریا نشین" طلباء دین اور علماء کرام ہی تھے، انگریز نے متحدہ ہندوستان میں سب سے پہلے دینی مدارس اور خانقاہوں کو مسمار کیا، آگرہ سے لے کر دہلی تک سینکڑوں علماء حق کو پھانسی اور دیگر ظالمانہ سزائیں دیں[12]۔

سوسائیٹیز رجسٹریشن (ترمیمی) آرڈیننس ۲۰۲۴ء کا تحقیقی جائزہ

اکتوبر ۲۰۲۴ء حکومت نے ایک بل تیار کیا جس کو اسمبلی اور سینٹ نے باضابطہ طور پر منظور کرنے کے بعد صدر نے منظوری حاصل کی۔ اس موضوع کا انتخاب موجودہ دور کے تناظر میں انتہائی اہم ہے۔ سوسائیٹیز رجسٹریشن (ترمیمی) آرڈیننس ۲۰۲۴ء[13] پاکستان میں ایک انتہائی بحث کا موضوع رہا ہے۔ یہ آرڈیننس دینی مدارس کی رجسٹریشن اور ان کی سرگرمیوں پر حکومت کی نگرانی سے متعلق ہے۔ بل میں ۱۸۶۰ء میں موجود ۲۱ کو تبدیل کرکے مدارس کی رجسٹریشن کے نام سے نئی شق (جو سات حصوں پر مشتمل ہے)[14] شامل کی گئی، جس میں کہا گیا کہ دینی مدرسہ چاہے اس سے جس نام سے پکارا جائے اس کی رجسٹریشن لازمی ہوگی۔ رجسٹریشن کے بغیر مدرسہ بند کر دیا جائے گا۔ حکومت کی طرف سے دینی مدارس کی نگرانی کو مزید موثر بنانے کے اٹھایا گیا ہے، تاکہ تعلیمی معیار کو بہتر بنایا جاسکے اور مدارس کی سرگرمیوں کا جائزہ لیا جاسکے۔ ان کا سالانہ اڈٹ کیا جاسکے اور اس کی رپورٹ اڈیٹر کو جمع کروائی جائے۔ کوئی دینی مدرسہ ایسی تعلیم اور لٹریچر نہ پڑھائے جو مذہبی منافرت پر مبنی ہو جس کے نتیجے میں حکومت نے مدارس پر شرائط عائد کرکے مدارس پر باقاعدہ نگرانی رکھنے، غیر قانونی مدارس کی بندش اور مدارس کا خصوصی آڈٹ کروانا شامل کیا گیا۔ اس کے برعکس مدارس کی طرف سے اس حکمت عملی کا بھی خیر مقدم کیا گیا اس امر کو بھی تسلیم کیا گیا۔ اس آرڈیننس کے نفاذ کے بعد سے اس پر مختلف حلقوں سے مختلف ردعمل سامنے آئے ہیں۔ مدارس دینیہ جس ماحول میں قائم کیے گئے تھے، اس کا بظاہر بنیادی مقصد دینی علوم کا تحفظ اور دعوتِ دین کا تسلسل معلوم ہوتا ہے۔ اس آرڈیننس کا بنیادی مقصد ملک میں دینی مدارس کو ایک نظام کے تحت لانے اور ان کی شفافیت کو یقینی بنانا ہے۔ اس کے ذریعے حکومت مدارس میں ہونے والی تعلیم کے معیار کو بہتر بنانا چاہتی ہے۔ اس آرڈیننس کی مخالفت کرنے والوں کا کہنا ہے کہ یہ آرڈیننس مدارس کی آزادی میں مداخلت ہے اور یہ مدارس کے اندرونی معاملات میں حکومت کی مداخلت کا باعث بنے گا۔ دینی مدارس کے بیشتر ادارے اس آرڈیننس کی مخالفت کرتے ہیں اور اسے مدارس کی آزادی میں مداخلت قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ مدارس مذہبی ادارے ہیں اور ان کے اندرونی معاملات میں حکومت کی مداخلت جائز نہیں ہے۔ آرڈیننس کے نفاذ سے مدارس میں تعلیمی معیار پر بھی اثر پڑ سکتا ہے۔ اگر حکومت مدارس میں تعلیمی نصاب اور اساتذہ کی تعیناتی میں مداخلت کرے گی تو اس سے مدارس کی تعلیم کا معیار متاثر ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ایک لمحہ فکریہ ہے کہ اس آرڈیننس کے نفاذ سے مدارس میں انتہا پسندی کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر حکومت مدارس پر سخت پابندیاں عائد کرے گی تو اس سے مدارس میں بغاوت کا خطرہ پیدا ہو سکتا ہے۔ آرڈیننس کے تحت حکومت مدارس کے مالی معاملات میں بھی مداخلت کر سکتی ہے۔ اس سے مدارس کی مالی مشکلات میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ مدارس کا آڈٹ نا صرف مدارس پر اثر انداز ہوگا بلکہ مدارس کے منتظمین پر بھی اسکا اثر پڑے گا۔ کیونکہ زیادہ تر مدارس حکومتی امداد کے بغیر لوگوں کے پیسوں سے دین کی خدمت کر رہے ہیں اور حکومت آڈٹ رپورٹ بنائے تو لوگ اپنے دیے ہوئے پیسوں کے معاملے میں بھی حکومت وقت کے سوالات کا نشانہ بن سکتے ہیں۔ اس لیے مدارس کے سپانسرز پر بھی اس کا گہرا اثر پڑے گا۔ اس کے برعکس حکومت کا موقف ہے کہ یہ آرڈیننس دینی مدارس کو ایک قانونی ڈھانچے میں لانے کے لیے ضروری ہے۔ اس کے ذریعے دینی مدارس میں انتہا پسندی اور دہشت گردی کو روکا جا سکے گا۔ حکومت کا موقف ہے کہ یہ آرڈیننس ملک کی سلامتی اور ترقی کے لیے ضروری ہے۔ مگر اس میں حکومت کی طرف سے کوئی سرپرستی کا لائحہ عمل نہیں بنایا گیا اور نا ہی حکومت کی طرف سے کوئی امداد کرنے کے لیے لائحہ عمل دیا گیا۔ جبکہ عوام میں اس آرڈیننس کے بارے میں مختلف رائے موجود ہیں۔ کچھ لوگ اس کا خیر مقدم کرتے ہیں جبکہ کچھ لوگ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

حکومتی حکمت عملی

دینی مدارس پر حکومتی حکمت عملی اس بات سے واضح ہو جاتی ہے کہ دینی مدارس کے نصاب تعلیم کو بدلنے اور ان کو قومی "دھارے" میں شامل کرنے کے نام پر دینی مدارس

کو سرکاری تحویل اور کنٹرول میں لینے کی کوششوں کا آغاز ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دور سے شروع ہوا ہے سابقہ دور میں "ماڈل دینی مدارس" کے ناکام تجربہ پر کروڑوں روپے خرچ کیئے گئے مراعات کے لالچ دیئے گئے، ڈرایا دھمکایا گیا۔ لیکن اس سب کے باوجود ان دینی مدارس کا راستہ نہ روکا جاسکا۔ اب ایک مرتبہ پھر عالمی سطح پر ایک مذموم سازش کے تحت مغربی ذرائع ابلاغ کا ان دینی مدارس کے بارے میں ایک مرتبہ پھر غلیظ اور بے بنیاد پروپگنڈہ شروع کر دیا گیا[15]۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں ایک بھی ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی قائم ہوئی اور اس نے سفارشات پیش کیں، ان میں سے بعض پر عملدرآمد بھی ہوا۔ جس کے نتیجے میں دینی مدارس کو گرانٹس بھی دی گئیں، زکوۃ فنڈز سے بھی بعض دینی مدارس مستفید ہوئے۔ لیکن ہر حکومت کی طرح ضیاء حکومت نے بھی مخصوص مدارس کو نوازنے اور ان سے وابستہ علماء اور دینی شخصیات کا سیاسی تعاون حاصل کرنے کی پالیسی اختیار کی۔ جس کی وجہ سے زکوۃ فنڈ ضائع ہوا، علماء اور دینی مدارس میں سیاست نے زور پکڑا، اور جنرل صاحب کا حلقہ نیابت وجود میں آیا۔ مگر دینی اور دنیوی مدارس میں نہ تو جدائی ختم ہو سکی، نہ دینی مدارس میں عصری علوم کی تدریس کا خاطر خواہ انتظام ہو سکا[16]۔ اسی طرح مشرف دور میں بھی حکومت نے مدارس پر سخت پابندیاں لگانے کی کوشش کی مگر کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ اس زمانے میں اتحادِ تنظیماتِ مدارس پاکستان کے ساتھ باقاعدہ ایک معاہدے کے تحت سوسائٹیز ایکٹ 1860 میں مدارس کی رجسٹریشن کیلئے دفعہ 21 کا اضافہ کیا گیا تھا' بعد کو 2005ء میں اسے پارلیمنٹ' چاروں صوبائی اسمبلیوں اور آزاد کشمیر اسمبلی سے ایکٹ کی صورت میں پاس کیا گیا اور پھر اس کے تحت تمام مدارس کی رجسٹریشن ہوئی[17]۔

مدارس کے تحفظات

اس آرڈیننس کے مستقبل کے بارے میں مختلف اندازے لگائے جارہے ہیں۔ بعض مکاتب فکر کا خیال ہے کہ حکومت اس آرڈیننس کا سیاسی استعمال کرسکتی ہے۔ حکومت اس آرڈیننس کا استعمال کر کے اپنے سیاسی مخالفین کو نشانہ بنا سکتی ہے۔ مدارس کی رجسٹریشن کے ذریعے ان کے دائرہ کار اور سرگرمیوں کو قانونی طور پر تسلیم کیا جائے اور ان پر کوئی قانونی پابندی عائد کی جاسکیں تاکہ ان کی انتظامیہ اور تدریسی عمل کو ایک قانونی اور تسلیم شدہ ڈھانچے میں رکھا جاسکے[18]، اگرچہ یہ انتظامی نوعیت کا ہے، بعض حلقوں میں اس پر اعتراضات بھی ہوسکتے، خاص طور پر اگر اس سے مدارس کی خود مختاری اور دینی تعلیم پر اثر پڑتا ہو یا مدارس کو مغربی قوتوں کے ہاتھ کے کہنے پر ان کی خود مختاری یا ان کے حقوق کو سلب کیا جانے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ مدارس کے معملات پر نظر رکھ کر مدارس کے پھیلاو کو روکنے کی کوئی سازش تو نہیں۔ گزشتہ نصف صدی کے دوران قائم ہونے والی کوئی حکومت دین اور دینی اقدار کے حوالہ سے عوام کا یہ اعتماد حاصل نہیں کر سکی کہ لوگ اپنے دینی معاملات کسی ذہنی تحفظ کے بغیر اس کے سپرد کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ بلکہ اس بارے میں بے اعتمادی کی فضا اس حد تک قائم ہے کہ کوئی حکومت کسی دینی معاملہ میں کوئی صحیح قدم اٹھاتی ہے تو اسے بھی عزائم اور مقاصد کے پس منظر میں بدنیتی اور سیاست کاری پر محمول کیا جاتا ہے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ اگر کوئی دینی مدرسہ، جماعت یا ادارہ حکومت کے قریب ہونے کی کوشش کرتا ہے تو جتنا وہ حکومت کے قرب میں آگے بڑھتا ہے اسی تناسب سے دین دار عوام کے اعتماد سے محروم اور شکوک وشبہات کا شکار ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس صورتحال میں دینی عوامی حلقوں کا اعتماد قائم رکھنے کے لیے دینی مدارس یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ حکومت سے جس قدر دور رہیں بہتر ہے[19]۔

مدارس پر اثرات

اس آرڈیننس کا مدارس کی تعلیم پر مثبت یا منفی اثر پڑ سکتا ہے۔ اگر حکومت اس آرڈیننس کو مناسب طریقے سے نافذ کرتی ہے تو اس سے مدارس میں تعلیمی معیار میں بہتری آسکتی ہے۔ لیکن اگر حکومت اس آرڈیننس کا سیاسی استعمال کرتی ہے تو اس سے مدارس کی تعلیم کا معیار متاثر ہوسکتا ہے۔ آرڈیننس کے تحت حکومت مدارس کو مالی معاونت فراہم کرسکتی ہے۔ اس سے مدارس کی مالی مشکلات میں کمی آسکتی ہے اور مدارس کو اپنی تعلیمی سرگرمیوں کو بہتر بنانے میں مدد مل سکتی ہے۔ آرڈیننس کے تحت حکومت مدارس میں جدید علوم کی تعلیم کو فروغ دے سکتی ہے۔ اس سے مدارس کے طلباء کو روزگار کے مواقع حاصل کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ آرڈیننس کے تحت حکومت مدارس میں خواتین کی تعلیم کو فروغ دے سکتی ہے۔ اس سے خواتین کو تعلیم حاصل کرنے کے مواقع فراہم ہو سکتے ہیں۔ آرڈیننس کے تحت حکومت مدارس میں دہشت گردی کی روک تھام کے لیے اقدامات کرسکتی ہے۔ اس سے مدارس میں دہشت گردی کے خطرات کو کم کیا جاسکتا ہے۔ آرڈیننس کے تحت حکومت مدارس میں شفافیت کو یقینی بنا سکتی ہے۔ اس سے مدارس کی مالی اور انتظامی امور میں شفافیت آسکتی ہے۔ اس آرڈیننس کے نفاذ کے بعد دینی مدارس کا مستقبل غیر یقینی ہے۔ اگر حکومت اس آرڈیننس کو مناسب طریقے سے نافذ کرتی ہے تو اس سے مدارس میں بہتری آسکتی ہے۔ لیکن اگر حکومت اس آرڈیننس کا سیاسی استعمال کرتی ہے تو اس سے مدارس کی مشکلات میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ اگر مدارس کے نصاب کو تبدیل کرنے کی کوشش کی گئی تو مدارس کی طرف سے سخت ردعمل بھی آسکتا ہے۔ جس سے خطرہ یہ محسوس کیا جارہا ہے کہ ایک تو مدارس کے نظام اور خصوصاً مالیات میں حکومت کا عمل دخل کلیدی حیثیت حاصل کرجائے گا

اور مدارس کی اٹانومی بری طرح متأثر ہوگی اور دوسرے یہ کہ جب چندے جمع کرنے اور وقف وصول کرنے کی نسبت حکومت سے ہو جائے گی تو چندے بھی بند ہو جائیں گے اور زمینیں اور جائیدادیں وقف کرنے کا سلسلہ بھی ختم ہو جائے گا جس کا لازمی نتیجہ مدارس کی بندش، یا انتہائی مشکلات کی صورت میں ہوگا۔ مدارس کے روایتی کردار کے بارے میں بھی خدشات کا اظہار کیا جا چکا ہے کہ نئے یکساں نصاب میں جان نہیں ہے کہ اس سے یہ کردار ادا کرنے کی توقع کی جاسکے۔

عصر حاضر اور مدارس

عصر حاضر میں مدارس کو بہت سی پریشانیوں کا سامنا ہے، جوں جوں دنیا جدت اختیار کر رہی ہے اسی طرح مدارس کو اپنے لائحہ عمل کو تبدیل کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ نئ نسل مدارس سے دوری اختیار کر رہے ہیں اور یونی ورسٹیوں کی تعلیم کو اہمیت دے رہے ہیں۔ عصر حاضر کے مطابق تمام مدارس کو دعوت الی اللہ اور نجی دینی مسائل میں رہنمائی کا نظام بنانا چاہیے، ورنہ امام شامی کا یہ فتویٰ "من لم یعرف أحوال زمانہ فھو جاھل" کی مثالیں نہ بن جائیں۔ اور ساتھ ساتھ مختصر مدت کے کورسز منعقد کروانے چاہیے جن میں پاکستان کا نظام عدل مفتی صاحبان کے لیے، جدید اسالیبِ دعوت خطباء اور واعظین کے لیے، پاکستان کے احکام معیشت و تجارت اسلامی معیشت کا شوق رکھنے والے مفتی صاحبان کے لیے اور اسی پر قیاس کرتے ہوئے دیگر بہت سے کورسز مرتب کیے جاسکتے ہیں۔ فقہ سے متعلق اس بات کا اہتمام کیا جائے مفتی صاحبان کو ایسے قوانین پر مشتمل کورسز کرائے جائیں جو اس وقت نافذ العمل ہیں اور بار کونسلز کے ساتھ رابطہ کر کے ان مضامین میں تخصص رکھنے والے وکلاء اور مفتی صاحبان کی مقامی مشاورتی کمیٹیاں بنائی جائیں، جس کا مقصد یہ ہو کہ قانون اور فقہی احکام دونوں کے اختلاف کی صورت میں عام آدمی کو نکاح اور طلاق کے نئے طریقے اور مناہج واسالیب سکھائے جائیں۔ عصر حاضر کے مطابق اس آرڈیننس میں کئی تبدیلیاں کی جا سکتی ہیں۔ مثال کے طور پر، حکومت مدارس کی رجسٹریشن کے لیے آسان طریقہ کار وضع کر سکتی ہے جس کے نتیجہ میں مدارس حکومتی پابندیوں سے بھی بچ سکتے ہیں۔ حکومت مدارس کے اندرونی معاملات میں مداخلت سے بھی گریز کر سکتی ہے۔ حکومت مدارس کو مالی امداد فراہم کر کے ان کی مدد کر سکتی ہے۔ مدارس دینیہ کے حوالے سے جو وژن اس نصاب میں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ مدارس بھی مین سٹریم ایجوکیشن میں شامل ہو کر اپنے فضلا کو ملک اور معاشرے کے لیے مفید تر بنا سکیں، انہیں ملازمتیں مل جائیں اور ترقی کرنے کے مواقع میسر ہوں۔ میرے خیال میں نصاب تعلیم اور نظام تعلیم مرتب کرتے وقت مقصدِ تعلیم کو پیش نظر رکھنا از حد ضروری ہے۔ موجودہ حالات میں مدارس منبر و محراب، جلسہ وجلوس اور وعظ وارشاد کے ذریعے دعوتی کام بخوبی سرانجام دے رہے ہیں اور نکاح وطلاق، وراثت اور حلال وحرام کی حد تک دینی رہنمائی بھی فراہم کر رہے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ ایک اہم تبدیلی یہ آئی ہے کہ مدارس کی تنظیموں کی رضامندی سے اُنہیں سرکاری ملازمتوں اور معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لیے بھی اجازت نامے جاری کیے گئے ہیں۔ اب جب یکساں نظام تعلیم کی بات ہوتی ہے تو اس میں دوسرا یعنی معاشی پہلو نمایاں نظر آتا ہے اس میں دعوت وارشاد، وعظ ونصیحت کے پہلو کافی حد تک کمزور نظر آتے ہیں۔ رہی بات دینی مدارس کی تو وہ ایک دینِ اسلام کی وحدت ملی قائم کرنے کے بجائے پانچ مسالکی بورڈز کے تحت اپنے اپنے مسلک کے دفاع وبقا اور ترقی واستحکام کے لئے کوشاں ہیں۔ جس کے نتیجے میں فرقہ واریت، تعصب اور تشدد پروان چڑھے۔ قیامِ پاکستان سے لے کر عصرِ حاضر تک نو (۹) تعلیمی پالیسیاں بنائی گئیں لیکن ان کے اہداف پورے طور پر حاصل نہیں ہو سکے۔ منجملہ کئی اسباب و عوامل اور وجوہات و علل کے من حیث القوم پاکستانی اساتذہ ووالدین ہی مقاصدِ تعلیم کے عدم حصول کے زیادہ ذمہ دار نظر آتے ہیں کیونکہ جب ان کا نصب العین غلامِ رسول اور کنیزِ فاطمہ بننا نہیں ہو گا اور وہ سیرتِ رسول ﷺ سے روشناس نہیں ہونگے، نہ اس کا مطالعہ کریں گے اور نہ خود سمجھ کر عمل کریں گے تو اپنے بچوں اور شاگردوں کو کیسے اس راہ پر ڈال سکیں گے۔ لہٰذا سیرتِ رسول ﷺ کا مطالعہ اپنے آپ کو سیرتِ رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے ضروری ہے۔ پاکستان شہروں میں ماڈل دینی مدارس بھی بنائے گئے جہاں نصاب کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کیا گیا مگر تاحال اس کے تشکیل معاشرہ میں کوئی خاطر خواہ اثرات نہیں نکلے۔

غیر مسلموں کا مدارس کی تعلیم پر حملہ

ایک امریکی تھنک ٹینک دی بروکنگ انسٹی ٹیوٹ، واشنگٹن ڈی سی کے ڈاکٹر پیٹر ڈبلیو سنگر نے نومبر 2001 میں پاکستان کے دینی مدارس پر ایک تجزیاتی مقالہ "Pakistan's Madrassahs: Ensuring a System of Education not Jihad" لکھا جس میں وہ یوں رقمطراز ہیں:

> "The present danger is that a minority of these schools have built extremely close ties with radical militant groups and pay a critical role in sustaining the international terrorist network. Madrassahs' displacement of a public education system is also worrisome to the stability of the Pakistani state and its future economic prospects."

دنیا کو موجودہ خطرہ یہ ہے کہ ان مدارس کی ایک قلیل تعداد نے دہشت گرد تنظیموں کے ساتھ گہرے روابط قائم کر لیے ہیں اور یہ (مدارس)

بین الاقوامی دہشت گردی پھیلانے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔
عوامی نظامِ تعلیم (سیکولر نظام تعلیم) کی بجائے مدارس کا نظام تعلیم پاکستان کے استحکام اور پاکستان کے مستقبل کی معاشی ترقی کے لئے خطرات کا باعث ہے[20]۔

جواب

ڈاکٹر عرفان سلجوق اپنے ایک کالم میں لکھتے ہیں جہاں تک ان مدارس کے خلاف امریکہ ویورپ کے اس پروپیگنڈے کا تعلق ہے کہ دینی مدارس دہشت گردی کی نرسریاں ہیں، توپاکستان کے معروف اخبار نوائے وقت کے اداراتی شذرے کے مطابق:

> "یہ محض اسلام کے خلاف خبثِ باطن ہے۔ ان دینی مدارس میں قتل وغارت گری کی تعلیم نہیں دی جاتی اور اسلامی تعلیمات میں اس کی اجازت بھی نہیں ہے۔ یہ ان طاقتوں کا، مسلمانوں اور اسلام کے خلاف متعصبانہ رویہ ہے جو مسلمان نوجوان نسل میں دین سے وابستگی کو بطور خطرہ محسوس کر رہا ہے۔ جہاں تک اسلامی عقیدے اور جذبہ جہاد کا تعلق ہے اس سے کوئی مسلمان بھی لاتعلقی اختیار نہیں کر سکتا خواہ جنرل پرویز مشرف جیسا لبرل مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ دین کی نرسریوں اور دینی مدارس کا یہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے انگریزی اقتدار میں بھی اسلام کو شدھی اور سنگھٹن جیسی تحریکوں کی نذر نہیں ہونے دیا اور اب بھی وہ اسلامی تعلیمات کے گہوارے ہیں"[21]۔

حاصل بحث

مدارس کو ہر دور میں بہت اہمیت حاصل رہی ہے۔ پاکستان میں مدارس کو شروع دن سے ہی نظر انداز کیا گیا اور حکومتی سرپرستی سے محروم رکھا گیا۔ ۲۰۰۵ء میں مدارس پر حکومتی کنٹرول حاصل کرنے کے لیے سوسائیٹیز رجسٹریشن میں ترمیم کی گئی مگر مطلوبہ مقصد نہ حاصل ہونے کے بعد سوسائیٹیز رجسٹریشن (ترمیمی) آرڈیننس ۲۰۲۴ء کے نام سے ایک اور آرڈیننس لایا گیا۔ مدارس خود بھی ابھی تک کچھ خاص نہیں بتا سکتا کیونکہ اس آرڈیننس کے کچھ مثبت اور کچھ منفی پہلو بھی ہیں۔ اگر حکومت مدارس کی رجسٹریشن کو ہی زیر بحث لائے تو یہ مدارس کے لیے مثبت پہلو ہے کہ مدارس کی اہمیت اور وقار میں اضافہ ہوگا اور مدارس فارغ التحصیل لوگ اچھے روزگار حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر حکومت کا مقصد محض مدارس کو کنٹرول حاصل کرنا ہے یا اپنی ذاتی مرضی کا نصاب پڑھانا ہے تو یہ مدارس کو قابل قبول نہیں۔ دوسرا اگر حکومت مدارس کی مالی معاونت نہیں کرتی اور صرف اس کا اڈٹ کرتی ہے اور اس کے منتظمین پر نظر رکھتی ہے تو یہ عمل بھی قابل تشویش ہے اور مدارس اس عمل کی بھی مخالفت کرے گا اگر حکومت کا مقصد مدارس کا ماحول بہتر کرنا اور ان کی مالی معاونت کرنا اور جدید تعلیم دینا ہے تو یہ عمل حکومت اور مدارس دونوں کے لیے قابل قبول ہے جو کہ نہایت ہی مشکل نظر آتا ہے۔ جبکہ حکومت کا مدارس پر کنٹرول حاصل کرنے کا یہ نہایت اہم اقدام ہے تاکہ مدارس پر چیک اینڈ بیلنس رکھا جاسکے۔ حکومت اس بات کو یقینی بنانا چاہتی ہے کہ اس کے نفاذ سے مدارس میں دہشت گردی کے خطرات کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہو۔ اس آرڈیننس کا بنیادی مقصد ملک میں دینی مدارس کو ایک نظام کے تحت لانے اور ان کی شفافیت کو یقینی بنانا ہے۔ اس آرڈیننس کی مخالفت کرنے والوں کا کہنا ہے کہ یہ آرڈیننس مدارس کی آزادی میں مداخلت ہے اور یہ مدارس کے اندرونی معاملات میں حکومت کی مداخلت کا باعث بنے گا۔ حکومت کا موقف ہے کہ یہ آرڈیننس دینی مدارس کو ایک قانونی ڈھانچے میں لانے کے لیے ضروری ہے۔ اس کے ذریعے دینی مدارس میں انتہا پسندی اور دہشت گردی کو روکا جاسکے گا۔

سفارشات

اس آرڈیننس کے متعلق چند سفارشات یہ ہیں:

1. اس آرڈیننس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ اس کے فوائد اور نقصانات کا صحیح اندازہ لگایا جاسکے۔ تحقیق میں مختلف حلقوں کی رائے کو شامل کیا جانا چاہیے۔
2. عصر حاضر کے مطابق تمام مدارس کو دعوت الی اللہ اور نجی دینی مسائل میں رہنمائی کا نظام بنانا چاہیے، ورنہ امام شامی کا یہ فتویٰ "من لم یعرف أحوال زمانہ فھو جاھل" کی مثالیں نہ بن جائیں۔ اور ساتھ ساتھ مختصر مدت کے کورسز منعقد کروانے چاہیے جن میں پاکستان کا نظام عدل مفتی صاحبان کے لیے، جدید اسالیبِ دعوت خطباء اور واعظین کے لیے، پاکستان کے احکام معیشت وتجارت اسلامی معیشت کا شوق رکھنے والے مفتی صاحبان کے لیے اور اسی پر قیاس کرتے ہوئے دیگر بہت سے کورسز مرتب کیے جاسکتے ہیں۔ فقہ سے متعلق اس بات کا اہتمام کیا جائے مفتی صاحبان کو ایسے قوانین پر مشتمل کورسز کرائے جائیں جو اس وقت نافذ العمل ہیں اور بار کونسلز کے ساتھ رابطہ کر کے ان مضامین میں تخصص رکھنے والے وکلاء اور مفتی صاحبان کی مقامی مشاورتی کمیٹیاں بنائی جائیں، جس کا مقصد یہ ہو کہ قانون اور فقہی احکام دونوں کے اختلاف کی صورت میں عام آدمی کو نکاح اور طلاق کے نئے طریقے اور مناہج واسالیب سکھائے جائیں۔
3. محقق کو مدارس کے پورے نصاب کی اصطلاحات کو اردو یا اردو میں مستعمل دیگر زبانوں کی اصطلاحات اس کے مترادف کے طور پر مرتب کرنے کے لیے کام کرنا

چاہیے۔ فی الحال مختلف مضامین کی اصطلاحات کا کام مختلف مدارس کے طلبہ وفضلاء کے ذمے لگایا جائے اور انہیں جلد از جلد مرتب کرکے انٹرنیٹ پر اپلوڈ کردیا جائے اور بعد میں اس کو طباعت کے مراحل سے گزارا جائے۔ موجودہ مواد کو ڈیجیٹل کیا جانا نہایت ضروری ہے، تاکہ زیادہ سے زیادہ قارئین اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

4. نصاب اور نظام تعلیم کی مشکل سے نکلنے کے لیے چونکہ ثواب، توکل دنیوی لحاظ سے علماء ہی کا تخصص بنتا ہے۔ اس لیے مہربانی فرما کر بین الاقومی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے نصاب کو مد نظر رکھتے ہوئے روایت اور معاصرت کو یکجا کرکے نصابی کتب تیار کروائی جائیں اور عام آگہی کے لیے مختصر کتابچے طبع کرائے جائیں۔ محقق اس سلسلے میں اپنی خدمات پیش کرسکتے ہیں۔

5. مدارس اور حکومت اہم اہنگی کے لیے مختلف سیمنار منقعد کیئیے جائے اور مدارس کے معملات کے لیے کمیٹی تشکیل کی جائے جو مدارس بورڈ کے سربراہان اور اعلیٰ حکومتی عہدیداروں پر مشتمل ہو، جو دینی مدارس کی سرپرستی اور معاونت کے لیے اقدامات کریں۔ اس سلسلے میں مقالہ مرتب کیا جاسکتا ہے جو آئندہ کا لائحہ عمل طے کرنے کے لیے ایک راہ ہموار کرسکتا ہے۔

6. مدارس دینیہ کے نصاب میں اگر ہوسکے تو کسب معاش کے کچھ فنون کا ابتدائی تعارف بھی شامل کردیا جائے جو ملازمت سے ہٹ کر اپنا کام کرنے میں مددگار ہو، جیسے قدیم نصاب میں طب بہت اہتمام سے پڑھائی جاتی تھی، اس پر بہت کام کرنا ابھی باقی ہے۔

REFERENCES - حوالہ جات

1-Mawlana Mujeeb ur Rahman Inqilabi, The Importance and Necessity of Religious Madrasas (Lahore: Nawa-i-Waqt, December 21, 2008)

2-Mufti Raghib Naeemi, Head of the Islamic Ideology Council, Independent Urdu, December 13, 2024

3-Hafiz Nazar Ahmad, Review of Madaris Arabia Islamia West Pakistan (Sargodha: Lyallpur, West Pakistan, 1960), p. 16

4-Mawlana Fazal ur Rehman, NNE, December 13, 2024, Mufti Raghib Naeemi, Head of the Islamic Ideology Council, Independent Urdu, December 13, 2024, VOA, December 10, 2024, Independent Urdu, December 29, 2024

5-Mawlana Tahir Ashrafi, (TV Report, December, 16, 2024), Hafiz Hamd Ullah, JUI, (TV Report, December, 14, 2024)

6-Societies Registration (Amendment) Ordinance, 2024

7-Mawlana Fazal ur Rehman, NNE, December 13, 2024, Mufti Raghib Naeemi, Head of the Islamic Ideology Council, Independent Urdu, December 13, 2024, VOA, December 10, 2024, Independent Urdu, December 29, 2024

8-Mawlana Tahir Ashrafi, (TV Report, December, 16, 2024), Hafiz Hamd Ullah, JUI, (TV Report, December, 14, 2024)

9-Societies Registration Act, 1860, The Pakistan Code, Ministry of Law and Justice, Islamabad

10-Naseer ur Din, The Role of Pakistani Religious Madrasas and Contemporary Educational Institutions in Social Formation: In the Context of Fiqh Seerah, Al-Ilm Journal, Vol-3, Issue 1, Year 2019.

11-Naseer ur Din, The Role of Pakistani Religious Madrasas and Contemporary Educational Institutions in Social Formation: In the Context of Fiqh Seerah, Al-Ilm Journal, Vol-3, Issue 1, Year 2019.

12-Mawlana Mujeeb ur Rahman Inqilabi, The Importance and Necessity of Religious Madrasas (Lahore: Nawa-i-Waqt, December 21, 2008)

13-Societies Registration (Amendment) Ordinance, 2024, National Assembly Secretariat (Islamabad: PCPP, December 31, 2024

14-Societies Registration (Amendment) Ordinance, 2024, National Assembly Secretariat (Islamabad: PCPP, December 31, 2024

15-Mawlana Mujeeb ur Rahman Inqilabi, The Importance and Necessity of Religious Madrasas (Lahore: Nawa-i-Waqt, December 21, 2008)

16-Government Plan for the Establishment of Model Religious Madrasas (Lahore: Nawa-i-Waqat, August 19, 2001)

17-Mufti Muneeb ur Rehman, Registration of Madaris: Reality… (Part 1), Zavia Nazar, Duniya News, August 24, 2024

18-Societies Registration (Amendment) Ordinance, 2024, National Assembly Secretariat (Islamabad: PCPP, December 31, 2024

19-An Analysis of the Conflict Between the Government and Religious Seminaries (Gujranwala: Monthly Al-Shariah, July, 1996)

20- Pakistan's Madrassahs Dr. Patter . W. Singer, The Broking Institute Washington Nov, 2001 ensuring a system of education not jihad, P.1

21- Dr. Irfan Seljuk, Nawa-i-Waqat, August 20, 2001